ڈاکٹر عابد پشاوری*

انشا کے خاندان کے بارے میں کچھ نئی معلومات

مختلف کتابوں میں انشا کے تین بیٹوں کا ذکر ملتا ہے دو کے نام معلوم اور ایک کا نا معلوم - کوئی دو سال پہلے ان کے تیسرے بیٹے کا نام بھی بہ یقین معلوم ہوگیا تھا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کب پیدا ہوا ، اس کی عمر کیا تھی - حال ہی میں کچھ ایسا مواد دسترس میں آیا ہے جس سے اس بیٹے کے متعلق ہماری معلومات میں کچھ اور اضافہ ہوتا ہے - اس سے پہلے کہ اس بیٹے کا ذکر کیا جائے میر ماشا اللہ والد انشا سے متعلق کچھ نئی معلومات کا اظہار مقصود ہے -

میر ماشا اللہ خان مصدر کی وفات کے باب میں اب تک ہماری معلومات قیاسی ہیں - عیار الشعراء میں خوب چند ذکا نے انھیں مرحوم لکھا ہے - ذکا نے اپنا تذکرہ خود اس کے قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ میں ختم کیا - (اگرچہ اضافے بہت بعد تک ہوتے رہے جن کی تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں -) ڈاکٹر محمد انصار اللہ نظر نے عبدالغفور نساخ کا تذکرہ قطعۂ منتخب مرتب کر کے رسالہ اردو (کراچی) میں بالاقساط شائع کروا دیا تھا - ترجمۂ انشا کے حاشیے میں انھوں نے بغیر کسی حوالے کے ماشا اللہ خان مصدر کو ''متوفی قریب ۱۲۱۰ھ بمقام فرخ آباد'' لکھا ہے[1] شیخ احمد علی کا قول ہے کہ ''نواب مظفر جنگ چندے بقدر ضرورت تواضع می کرد'' سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ کچھ مدت نواب ان کی کفالت کرتے رہے لیکن نواب کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا - تاریخ فرخ آباد مؤلفہ ولی اللہ میں لکھا ہے کہ آخر عمر میں نواب مظفر جنگ کے عہد میں قناعت گزیں ہوئے اور معمولی آمدنی پر اکتفا کر کے بعزت بسر کرتے رہے اور وفات پائی اور شاہ اسد کے تکیے کے قریب دفن ہوئے -''[2]

نواب مظفر جنگ ۲۸ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ بمطابق ۱۲ جولائی ۱۷۷۱ء کو تیرہ چودہ سال کی عمر میں (ولادت ۱۱۷۱ھ/۵۸-۱۷۵۷ء) تخت نشین ہوئے اور

---

* ریڈر شعبۂ اردو ، جموں یونیورسٹی ، جموں -

۱- قطعۂ منتخب رسالہ ''اردو'' کراچی بابت جولائی اگست ستمبر ۱۹۶۸ء مرتب محمد انصار اللہ نظر مصنفہ عبدالغفور نساخ -

۲- تاریخ فرخ آباد از ڈبلیو ارون - اردو ترجمہ ، ص ۱۳۴-۱۵۲

۸ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۷۹۶ کو بعمر ۳۸ برس انتقال کیا۔ اگر ولی اللہ کا بیان درست مانا جائے تو ماشا اللہ خاں کی وفات کسی وقت ۸ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ اکتوبر ۱۷۹۶ سے قبل ہوئی ہوگی لیکن شیخ احمد علی کے مندرجہ بیان کے پیش نظر دوسرے قیاس کی روشنی میں میر ماشا اللہ خاں کا نواب مظفر جنگ کے بعد بھی زندہ رہنا بہ خوبی ممکن ہے۔ ذیل میں اس قیاس کی پختگی کا ثبوت مہیا کیا جاتا ہے۔

اب تک انشا کے کلام نظم و نثر میں میر ماشا اللہ خاں کی وفات سے متعلق کوئی بیان یا اشارہ نہیں ملا تھا۔ حال ہی میں ایک دوست نے میری درخواست پر مخطوطہ دیوان انشا مملوکہ انجمن ترقی اردو کراچی) کا فوٹو مجھے بھجوایا (جو ۱۵ جنوری کو یہاں پہنچا اور ۱۸ جنوری کو جلد بندھ کر آیا، یہ نسخہ کئی لحاظ سے اہم ہے۔ اس کا تعارف کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔) حیرت اس امر پر تھی کہ انشا اپنے خاندان والوں کی طرف سے اتنے ہی بیگانے تھے کیا ان کا یہ قول واقعی درست تھا ع ''درین زمانہ کسے را کسے نمی پرسد''۔ لیکن قرائن مشعر ہیں کہ انشا کا سارا کلام نظم و نثر مدون نہیں ہو سکا۔ بہت سا کلام ادھر ادھر ہوگیا بہت سا ضائع ہوگیا ہوگا۔ خود انشا اس معاملے میں خاصے بے پروا نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام کا کچھ حصہ کہیں ملتا ہے اور کچھ کہیں۔ کچھ سال پہلے شرح طور الکلام کا مائکرو فلم مجھے مانچسٹر سے حاصل ہوا تھا۔ تقریباً دو سال پہلے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھاگل پور (بہار) میں دریافت ہوا ہے جس سے انشا فال لیا کرتے تھے اور اس کی تفصیل انہیں کے قلم سے درج ہے۔ اور اب زیر گفتگو نسخہ کراچی سے پہنچا ہے۔ دو تین دن کے سرسری مطالعے سے معلوم ہوا کہ اس مخطوطے میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں، نہ ہندوستان میں اور نہ پاکستان میں۔ انھیں میں میر ماشا اللہ خاں کی تاریخ وفات بھی ہے۔ اس سلسلے میں پہلا مادہ اس طرح ہے:

کلام اللہ ماشا اللہ کان و مالم ساء لم یکن۔

اس پر بطور عنوان ''تاریخ وفات قبلہ گاہی میر ماشا اللہ خاں عفے عنہ'' درج ہے اور اس کے نیچے ''۱۲۱۵''۔ لیکن اس عبارت سے ۱۲۱۵ کی بجائے ۹۰۴ نکلتا ہے گویا اس میں ۳۱۱ عدد کی کمی ہے۔ اس کمی نے توجہ دلائی کہ کاتب نے یا تو کوئی لفظ چھوڑ دیا ہے یا غلط لکھا ہے۔ دوسرے امکان پر اک ذرا سا سوچا تو خیال آیا ہے کہ اگر ''ساء'' کو ''یشاء'' پڑھیں تو یہ کمی بہ قدر ۳۱۰ عدد پوری ہو جائے گی بہ شرطے کہ ہمزہ کو مہمل چھوڑ دیا جائے۔ اردو میں ہمزہ عموماً لکھا نہیں جاتا اور اگر لکھا جاتا ہے تو اس پر توجہ نہیں کی جاتی لیکن عربی میں

ہمزہ کا ایک مستقل مقام ہے ۔ یہ لکھنے میں آتا ہے اور پڑھنے میں بھی ، یعنی جہاں مکتوب ہو ملفوظ بھی ہوتا ہے اسی نسبت سے اسے محسوب بھی ہونا چاہیے ۔ اس حساب کتاب کے بعد میں نے یہ مادہ نقل کا لاصل کے اصول پر ایک کاغذ پر نوٹ کر لیا اور یونیورسٹی کے لیے روانہ ہوگیا ۔ وہاں پہنچ کر اپنے رفیق کار مولانا منظر اعظمی صاحب کو یہ مادہ دکھایا اور معنی پوچھے ۔ پہلے تو وہ کچھ الجھے لیکن جب میں نے ''ساء'' کو ''یشاء'' پڑھنے کا اپنا قیاس ظاہر کیا تو انھوں نے اس کے صحیح اور بامعنی ہونے کی تصدیق کر دی ۔ (ایک اور عربی مادے میں بھی منظر صاحب سے مدد ملی جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں) اس طرح پہلا مرحلہ طے ہوا اور معلوم ہوا کہ میر ماشا اللہ نے ۱۲۱۵ھ میں انتقال کیا ۔ مذکورہ مادے کے نیچے ایک تاریخ درج ہے ۔

تاریخ وفات قبلہ گاہی مرحوم

سدھارے قبلہ گاہی اس جہاں سے
کہی تاریخ ہاتف نے ''دریغا'' ۱۲۱۵
پڑا پھرتا ہے آنکھوں میں ہماری
وہ کنٹھا اور ان کا ٹیڑھا تیغا (اصل ٹھیڑا)

اس قطعے میں تاریخ تو مصرع اولیٰ کے آخری لفظ ''دریغا'' میں آ گئی تھی اس کے باوجود انشا نے ایک شعر اور بڑھایا ۔ کیا وہ اس نظم میں کچھ اور اضافہ کرنا چاہتے تھے؟ شعر کا انداز اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ بہرحال اس سے ماشا اللہ خاں کی شخصیت کا ایک پہلو بے نقاب ہو جاتا ہے ۔ آزاد نے ''آب حیات'' میں لکھا ہے کہ جب انشا کے بھائی دلی آئے تو بھی گلے میں ایک پارے کا کنٹھا پہنے ہوئے تھے چنانچہ آزادوں کے لہجے میں غزل کہہ کر انشا نے داد زبان دانی دی ہے ۔ یہ تو معلوم نہیں کہ انشا کے کوئی بھائی واقعی پارے کا کنٹھا پہنتے تھے لیکن مندرجہ قطعے سے معلوم ہوا کہ انشا کے والد ضرور کوئی کنٹھا پہنے رہتے تھے اور ٹیڑھا تیغا بھی باندھتے تھے جو ان کی شخصیت کا جز بن گئے تھے ورنہ ان کے ذکر کا کوئی جواز نہیں تھا (انشا خود بھی کٹار باندھتے تھے ۔ مرزا مظہر سے ملاقات کے بیان میں اس کا ذکر موجود ہے ۔ ملاحظہ ہو دریائے لطافت) ۔

تیسرے قطعے پر بھی وہی عنوان ہے :

تاریخ وفات قبلہ گاہی مرحوم

ماشا اللہ از جہان رفت — چون آئینہ چشم حیرتی شد
دل سال وفات گفت حالا — ماشا اللہ جنتی شد
۱۲۱۵ھ

عام قاعدے سے دوسرے مصرعے کے اعداد ۱۱۴۵ ہوتے ہیں ۔ اگر الہ کے ۶۶ عدد لیے جائیں (عام طور سے ایک ''ل'' شمار ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ضرورتاً شعراء دو ''ل'' شمار کر کے ۶۶ عدد بھی لیتے ہیں) تو ۱۱۷۵ ہوں گے جس کا مطلب ہے کہ مصرع اولیٰ کا ''حالا'' جس کے عدد ۴۰ ہوتے ہیں بھی تاریخ کا جز ہے ۔ اس طرح تاریخی مادہ : ''حالا ماشا اللہ جنتی شد'' ہوگا ۔

تاریخ وفات قبلہ گاہی مرحوم

چون اسد جنگ سید نجفی   از جهان رفت سوئے دار نعیم
سال تاریخ گفت غمزدۂ   جائے او در بہشت دادہ کریم

آخری مصرعے کے نیچے کوئی سنہ نہیں لکھا ۔ شمار سے ۱۲۱۶ برآمد ہوتا ہے ۔ اس کی ایک معمولی تاویل تو یہ ہے کہ تاریخی مادے میں ایک عدد کی کمی بیشی کی اجازت ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ مادۂ تاریخ کسی اور نے نکالا ہو اور انشا نے صرف نظم کیا ہو جیسا کہ ایک اور قطعے میں بھی ہے (ذکر اپنے مقام پر آئے گا) ''غمزدۂ'' بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ بہ ہر حال یہ قطعہ کئی لحاظ سے اہم ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منقولہ بالا قرات تو دیوان کے متن میں کاتب کے قلم سے ہے لیکن اس کے حاشیے پر خود بہ قلم انشا اس قطعے کی دوسری قرأت ملتی ہے ۔ ملاحظہ ہو :

چون اسد جنگ سید نجفی   رخت بر بست سوئے باغ نعیم
گفت تاریخ رحلتش شخصے   جاے او در بہشت دادہ کریم[1]

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب قطعہ متن دیوان میں موجود تھا تو اسے حاشیے میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی ؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ انشا پہلی قرات سے مطمئن نہیں تھے اور اس میں تبدیلی کرنا چاہتے تھے ۔ شاید زبان و بیان کی کسی کمی کو دور کرنے کے لیے یا شاید معنوی وضاحت کی خاطر ''غمزدۂ'' سے وضاحت نہیں ہوتی کہ کون غمزدہ ؟ ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ممکن ہے کہ مادۂ کسی دوسرے شخص نے فراہم کیا ہو اور اس کا غمزدہ ہونا ضروری نہیں ۔ انشا

۱۔ ''او'' کی جگہ پہلے انشا دل لکھ گئے تھے ۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ۔ اول یہ کہ اس سے پہلے قطعے کا تیسرا ''دل'' سے شروع ہوتا ہے جو خود انشا کا کہا ہوا ہے اور اسی التباس ذہنی کے سبب پہلے دل لکھا لیکن بعد میں خیال آیا تو اس کے نیچے ''او'' لکھ دیا اور ابتدا میں ''جاے'' بڑھا دیا ۔ بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ''دادہ'' پہلے لکھ گئے دل کے دائرے میں خم اس پر مشعر ہے لیکن خیال آنے پر لفظ قلم زد کرنے کے بجائے اس کے نیچے ''او'' لکھ دیا۔

نے اس کی وضاحت کر دی اور ''غمزدۂ'' کو ہٹانے کے لیے پورا مصرع بدل کر ''غمزدۂ'' کی جگہ ''شخصے'' رکھ دیا جس سے معلوم ہوا کہ مادہ کسی دوسرے شخص کا فراہم کیا ہوا ہے ۔ ورنہ اگر تاریخ خود انشا نے نکالی ہوتی تو ''شخصے'' کی جگہ انشا رکھ دینے میں کیا امر مانع تھا ؟ دونوں بہ اعتبار وزن برابر ہیں ۔ اس سے ایک نتیجہ اور بھی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ ممکن ہے میر ماشا اللہ کا انتقال ۱۲۱۵ھ کے اواخر میں ہوا ہو اور مادہ فراہم کرنے والے نے چند دن بعد تاریخ نکال کر انشا کو دی ہو لیکن تب تک سال بدل چکا تھا تاہم انشا نے اسے اسی طرح نظم کر دیا ۔ (ایسا وہ خود اپنے بیٹے تعالی اللہ خاں کی تاریخ وفات کے سلسلے میں بھی کر چکے ہیں) البتہ اس کا علم نہیں کہ تاریخ کس نے کہی تھی ۔

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ یہ قطعہ کئی اعتبار سے اہم ہے ۔ ایک تو یہی کہ اس سے گمان ہوتا ہے کہ ماشا اللہ خاں کا انتقال ۱۲۱۵ھ کے آخر میں ہوا ہوگا (یہ قطعہ ترتیب و تحریر کے لحاظ سے اس سلسلے کا آخری ہے) دوسرے یہ کہ اس کی ایک قرأت خود انشا کے قلم سے ہے جس سے دیوان کے اس نسخے کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے ۔ ایک تیسری وجہ بھی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

میر ماشا اللہ خاں کے اعزازات و امارت کا ذکر بیشتر تذکروں میں موجود ہے ان کے نام سے ساتھ کئی خطابات بھی ملتے ہیں جن میں ایک مخیر الدولہ تو ایک معاصر تذکرے ''مخزن الغرائب'' میں موجود ہے ، لیکن باقی کی روایت بہت بعد کی ہے جن کا پایہ استناد اب تک مشکوک تھا ۔ مثلاً دیباچہ دیوان ہُدا میں منجملہ اور خطابات کے ایک اسد جنگ بہادر بھی ہے ۔ دیوان ہُدا کا دیباچہ نگار کون ہے معلوم نہیں ۔ خود ہدا کو انشا کا پوتا بتایا گیا ہے ۔[1] جس کی تصدیق اب تک کسی دوسرے ذریعے سے نہیں تھی ۔ اس نو دریافت قطعے میں نام کی جگہ یہی خطاب اسد جنگ نظم ہوا ہے اور چونکہ انشا کے قلم سے ہے اس لیے مستند ہے ۔ اب جب کہ دو خطابات مخیر الدولہ اور اسد جنگ کی تصدیق ہو گئی ہے تیسرا خطاب سید الممالک

---

۱ ۔ اصلاً یہ ان کے علاتی بھائی کے پوتے تھے جن کی ولادت انشا کی وفات کے ۱۸ سال بعد ہوئی ۔ انھوں نے ۷۸ سال کی عمر پائی ۔ ان کا دیوان ان کی وفات کے بھی کئی برس بعد مرتب ہوا ۔ اس طرح انشا کے انتقال اور دیوان ہدا کی اشاعت میں کم و بیش سوا سو برس کا فصل ہے ۔ دیباچہ نگار کو تحقیق سے مس نہیں ۔ اس مختصر دیباچے میں خلط مبحث بھی بہت ہے چنانچہ ان بیانات کو قبول کرنے میں بڑی احتیاط بڑی چھان پھٹک کی ضرورت ہے ۔

بھی درست ہی ہوگا ۔ (دیوان ہذا میں تو یہ مخبرالدولہ کا ایک جز ہی معلوم ہوتا ہے) اور ایسا ہے تو دیباچہ مذکور کی اس کہانی پر بھی یقین کرنا پڑے گا جس کے سبب یہ خطاب ملا تھا (ایک سیدانی کو تین برس کی تنخواہ خیرات میں دے دی تھی اس پر نواب مخبر الدولہ سید الممالک کا خطاب ملا) ۔

والد کے بعد اب انشا کے بیٹوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ۔ اس سے پہلے کہ ان کے تیسرے بیٹے سید محمد کا ذکر کیا جائے بہتر ہوگا اگر ان کے دوسرے دو لڑکوں کی یاد تازہ کر لی جائے ۔ انشا کے سب سے بڑے بیٹے کا نام تعالیٰ اللہ خان تھا ۔ اس کی ولادت ۱۲۰۹ھ کے آخر یا ۱۲۱۰ھ کے شروع میں ہوئی ہوگی کیونکہ انتقال کے وقت اس کی عمر ۸ سال کی تھی :

بیا ز حق مگزر اے سیاہ رو گردون
جفا نہ بود بر آن ماہ ہشت سالہ روا

تاریخ انتقال ۲۸ ذی حجہ دن پنج شنبہ اور سنہ ۱۲۱۷ھ ہے ۔ سال انتقال کے سلسلے میں کچھ بزرگوں کی تحریروں نے الجھن پیش کر دی ہے ۔ اس کا ایک سبب خود انشا ہیں ۔ ایک قطعۂ تاریخ کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں :

پنج شنبہ اور بست و ہشتم ذی حجہ تھی
دو گھڑی دن سے تم اپنی کر گئے منزل طے

یہ تمھارے کوچ کی تاریخ بابا نے کہی
اے تعالیٰ اللہ صاحب صد ہزار افسوس ہے
۱۲۱۸ھ

قاضی عبدالودود صاحب نے ''تعالیٰ اللہ خان خلف انشا'' کے عنوان سے ایک مقالہ ماہنامہ شاعر آگرہ بابت جولائی ۱۹۵۰ع میں شائع کروایا تھا[1] ۔ قاضی صاحب نے اس قطعے کے آخری مصرعے سے ۱۲۲۸ برآمد کیے ہیں جو درست نہیں ۔ قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس مصرعے کے نیچے ۱۲۱۷ لکھا ہے ۔ دراصل قاضی صاحب نے مضمون ہذا میں کسی ایسے نسخے کا ذکر کیا ہے جس میں تعالیٰ اللہ خان سے متعلق کئی نظمیں جن میں سے تین انشا کی اور ایک ایک قتیل اور کسی غیر معروف شاعر سلطان کی ہے ۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا اور میرا ماخذ مختلف ہے ۔ اس کا ایک بہت بدیہی ثبوت یہ ہے ۔ کہ ایک

---

۱ ۔ فی الوقت یہ مضمون میری دسترس میں نہیں ۔ ڈاکٹر آمنہ خاتون نے لطائف السعادت میں اس کے بعض حصے نقل کیے ہیں اور اس وقت وہی پیش نظر ہیں ۔

اور مادۂ تاریخ کہ ''واے واے تعالیٰ جدا شد انشا'' کے بارے میں قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ اس کے ''اعداد بھی ۱۲۱۷ ہیں مگر اس کے نیچے کوئی ہندسہ نہیں'' لیکن میرے پیش نظر جس مخطوطے کا عکس ہے اس میں اس کے نیچے ۱۲۱۸ مرقوم ہے ۔ پھر کاتب نے اس مصرعے کے نیچے ۱۲۱۸ کیوں لکھا ۔ اس کی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ اس مصرعے میں ''تعالیٰ'' صاف ''تعالا'' پڑھا جاتا ہے برعکس دوسرے مصرعوں کے جن میں ''تعال'' پڑھنے میں آتا ہے ۔ ''تعال'' پڑھنے کی صورت میں ''تعالیٰ'' میں حروف مکتوبی سے ایک الف (الف مقصورہ جو ''یے'' کے اوپر لکھا جاتا ہے) کم ہو جائے گا اور یہاں شمار ہوگا ۔ بہ ہر حال صحیح تاریخ کے تعین سے پہلے مناسب ہوگا کہ میں اپنے نسخے سے اس سلسلے کی سب نظمیں نقل کردوں ۔ ممکن ہے قاضی صاحب کی منقولہ نظموں میں اور ان میں کچھ اختلاف ہو یا اشعار میں کمی بیشی ہو ۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ نظمیں سامنے نہ ہونے کے سبب ان سے اخذ کردہ نتائج پر بحث کرنے سے بات کی وضاحت نہ ہو سکے گی ۔ البتہ یہ صراحت کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ میرے پیش نظر نسخے میں بھی نظموں کی ترتیب وہی ہے جو قاضی صاحب کے مضمون میں ہے ۔ اب نظمیں ملاحظہ ہوں ۔

تاریخ وفات سید تعالیٰ اللہ صاحب جنت آرام گاہ صاحبزادہ انشا اللہ خاں صاحب

قطعہ

''ہم نشین دانی کہ از بہر چہ چیز — جامۂ نیلی بہ کرد آسماں
از ازل بگذشت او را تا ابد — روز و شب در ماتم اہل جہاں
گاہ از شبنم (کذا) برین بگریست زار — گاہ کرد از رعد فریادے بر آں
نور چشم سید انشا کہ بود — نام او سید تعالیٰ اللہ خاں
آفتابے بر زمین از روئے حسن — یوسف ثانی در ابنائے زماں
طوطی شکر شکن در گفتگو — والدین خویشتن را جانِ جاں
از سنین عمر خود تا ہشت سال — کرد گلگشتے بہ گلزار جہاں
میوۂ تا چند از شاخ مراد — رفت آں نوگل بروں زین بوستاں
روز بست و ہشتم از ذلحجہ بود — کز جہاں بگزشت آں سرو چماں
حال سوز والدین او مپرس — ہم چو شمعم آہ می سوزد زباں
تا بداماں گل صفت صد پارہ جیب — ہم چو سنبل بس پریشان حال شاں
سال تاریخش ز ہاتف خواستم — گفت ''بر برگ گلم آمد خزاں''

۱۲۱۷ ھجری

قطعہ ۲ (عنوان حسب سابق)

تھے خوش سب تم سے تم تو چل بسے کیا فائدہ
اب میسر گو مجھے ہو حشمت کاؤس و کے

رونق فصل بہار و خوبی آردی بہشت
لے گئی یک بار اڑا کے ترک تاز فوج کے

ہے بجا اس داروگیر غم سے کر ڈالیں اگر
یہ نسیم صبح کے جھونکے بچھیری اپنی پے (ھکذا)

پتلے پتلے ہونٹ اور (یہ) پھرپھراتی چوٹیاں
پھرتے ہیں آنکھوں میں اپنی صبر کیوں کر تابکے

ہوش کچھ سرپانو کا باقی رہے سو دخل کیا
ساقی غم نے پلا دی ہے مجھے ماتم کی مے

اس مصیبت میں عجب کیا گر سیہ خیمہ کے بیچ
بال سر کے کھول کر پیٹے کھڑی لیلائے مے

پنج شنبہ اور بست و ہشتم ذی حجہ تھی
دو گھڑی دن سے تم اپنی کر گئے منزل کو طے

لے سدھارے حسرتیں کیا کیا یہ تم ہر چیز کی
لذتوں میں سے بھلا بھاوے مجھے اب کون شے

یہ تمھارے کوچ کی تاریخ بابا نے کہی
اے تعالیٰ اللہ صاحب صد ہزار افسوس ہے ۱۲۱۷

(۳)

تاریخ وفات سید تعالی اللہ خان صاحب صاحبزادہ انشا اللہ خان صاحب۔

چہ کردی اے فلک فتنہ گر دریغ دریغ
چہ کردی آہ کہ کشتی چراغ خانۂ ما

چہ کردی آہ کہ شد دیدہا تہجی از نور
چہ کردی آہ کہ پر شد ز اشک دامنہا

چہ شد کہ در رگ جانہا زدی دو صد نشتر
چہ شد کہ آب رساندی تہہ ہزار بنا

چرا بہ خنجر بیداد سینہ ہا خستی
بہ تیغ تیز سپردی چرا گلوہا را

چرا قرار دل ز ما جدا کردہ
بوادی غم و حیرت گذاشتی تنہا

کجاست آن مہ روشن جبیں تعالیٰ نام
ذخیرۂ ہمہ عمر شفیق من انشا

کجا ست آن کہ ببازیچہ جلوہ ھا می کرد
کجا ست آن کہ غزالانہ می رمید از جا

کجا ست آن کہ بہ از قند بود دشنامش
کجا ست آن کہ نباتش چکید از لبہا

کجا ست آن کہ گہہ جستنش بے بازی
بصحن خانہ شدے (شور) محشرے برپا

کجا ست آن کہ ملک ہے کشید صد نازش
کجا ست آن کہ نظیرش نیافریدہ خدا

کجا ست آن کہ گر از خشم گریہ سر می کرد
بلرزہ آمدے از گریۂ وے ارض و سما

کجا ست آن کہ تنش بود صاف تر از شیر
کجا ست آن کہ یخ شیر میخوارند بما

نہان شد از نظرم آنکہ بود خور پزہ (ھکذا) دوست
شد از غمش دل من قاش قاش واویلا

گلے کہ در دم دروازہ میخیرید کبابیہ
کباب شد دلم از داغ آن گل رعنا

فلک بر آن لب نازک چرا نکردے رحم
نہ شرمت آمد ازان زلف و جعد عنبر سا

بیا ز حق مگزر اے سیاہ رو گردون
جفا نبود بر آن ماہ ہشت سالہ روا

ہزار حیف کہ آن سید خجستہ نسب
بجان غمزدہ نومید رفت از دنیا

ز سرد مہری دنیا - - - - - -
نیافت خرپوزہ (کذا) اے وائے بر لب - - -

روانہ جانب باغ بہشت شد روحش
نشد بروے کسے غیر حق دو چشمش وا

ندید از پدر خود بخاک غلطیدن
ندیدے موئے پریشان مادر خود را

مہے کہ روز پدر تیر بے رخش میشد
پدر بخاک سپردش ہزار واویلا

ز شکوہ تو چہ نبود اے سپہر بد رفتار
چرا ز سال وفاتش شوم نہ نطق آرا

بخلد رفت و برآمد خروش از حوران
کہ وائے وائے تعالیٰ جدا شد از انشا
۱۲۱۸ ھجری

من تصنیف مرزا قتیل صاحب

طفل خورشید جبین ماہ لقا وا حسرت
سوخت دلہائے عزیزان و بفردوس شتافت

سید انشا بغم پور ز بس شد بیتاب
از شکیبائی و تسکین بفراقش رو تافت

سال تاریخ وفاتش بالم دل گفتا
آہ و صد آہ ز اندوہ جگرھا بشگافت
۱۲۱۷ھ

قطعہ (۵)

خورشید سپہر سیرت و صورت خوب
ازگردش و دور دور (کذا) چون یافت زوال

یعنی فرزند سید انشا اللہ
ہجرت ز حیات کرد و با موت وصال

دفنش کردند زیر پائے حسنین
شد زیر زمین چو شمع فانوس خیال

سلطان ز غم و درد و الم تاریخش
ز ہاتف و ہوش و عقل چون کرد سوال

گفتند کہ در خلد پئے تسکینش
ہر یک دارد بدلدہی قال و مقال

یک شمہ ز ما شنو کہ در خلد بریں
وقتے کہ رسید آن پسندیدہ خصال

از روئے کرم بگفت با وے رضوان
اے آن کہ بخلد آمدی ہمچو شہال

فرمود قسیم کوثرش راہ دراز
گرم آمدۂ بنوش این آب زلال
۱۲۱۷

حوران گفتند ''اے عزیز حیدر
وے آل نبی و پاک و معصوم تعال''
۱۲۱۷

قاضی عبدالودود صاحب پہلی نظم کو انشا کا کلام مانتے ہیں لیکن ڈاکٹر آمنہ خاتون نے اسے کسی نامعلوم شاعر کا کلام کہا ہے ۔ دونوں کے حق میں دلیلیں دی جا سکتی ہیں لیکن جب تک اس امر کا کوئی صریح ثبوت نہ مل جائے کہ یہ انشا کا کلام ہے اسے ان سے منسوب کرنا خلاف احتیاط ہوگا ۔ قاضی صاحب کو

آخری شعر سے تسامح ہوا ہوگا :

سال تاریخش ز ہاتف خواستم گفت بربرگ گلم آمد خزاں

انھوں نے ''بربرگ گلم - - -'' کو خواستم کا مرجع مان کر اسے انشا کی تصنیف قرار دیا ہوگا حالانکہ اوپر کے کئی شعر اس کی تردید کرتے ہیں - ''خواستم'' تو شاعر نے اپنے لیے استعمال کیا ہے لیکن ''بربرگ گلم - - -'' ہاتف کے لیے ہے - گویا ہاتف بھی خلف انشا کو اپنے پھول کی پتی قرار دیتا ہے - اس قطعے میں تاریخی مادہ ''بربرگ گلم آمد خزاں'' ہے جس سے ۱۲۱۷ برآمد ہوتے ہیں اور یہی اس کے نیچے درج ہے لہذا اس میں کوئی الجھن نہیں البتہ دوسری تاریخ ''اے تعالی اللہ صاحب صد ہزار افسوس ہے'' کے بارے میں قاضی صاحب کا کہنا ہے کہ اس کے نیچے درج تو ۱۲۱۷ ہے لیکن اس سے ۱۲۱۸ مستخرج ہوتا ہے - ڈاکٹر آمنہ خاتون نے اس سے ۱۲۱۸ برآمد کیا ہے جو درست ہے لیکن میں اوپر کہہ آیا ہوں کہ صحیح سنہ ۱۲۱۷ ہے پھر آخر انشا نے ۱۲۱۸ کیوں لکھا؟ اس کی ایک تاویل تو وہی ہے کہ مادہ ہائے تاریخ میں ایک عدد کی کمی بیشی کی اجازت ہے لیکن اصل سبب یہ نہیں - تعالی اللہ خاں کا انتقال ۲۸ ذی حجہ کو ہوا اور یہ سال اور مہینے کا آخر ہے - صرف ایک دو دن کے بعد ہی سال بدل جاتا ہے - انشا نے اگرچہ خود ایک شعر میں اس کا ذکر کر دیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ اور نظم بعد میں کہی گئی اور اس وقت ۱۲۱۸ تھا - انشا کو اس کا خیال نہیں رہا کہ جب انھوں نے حادثے کے ماضی میں وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے تو دن اور مہینہ ہی نہیں سال بھی پرانا ہی دینا چاہیے تھا یعنی جب یہ کہا تھا ''پنج شنبہ اور بست و ہشتم ذی حجہ تھی تو مادہ تاریخ بھی ۱۲۱۷ کا حامل نکالنا تھا بہرحال مصرعۂ مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ نظم واقعے کے بعد کہی گئی - ''ذی حجہ تھی'' اس کی مسکت دلیل ہے -

قتیل کا تاریخی مادہ ''آہ و صد آہ ز اندوہ جگر ہا بشگافت'' ۱۲۱۷ کا حامل ہے - اس کے لیے قاضی صاحب لکھتے ہیں - ''اگر آہ اور صد کے درمیان کا ''و'' کاتب کا اضافہ سمجھا جائے تو باقی ماندہ حروف سے ۱۲۲۱ نکلتا ہے ورنہ ۱۲۲۷- اس کے نیچے بھی ۱۲۱۷ ہی لکھا ہے''- اس کے نیچے جو کچھ لکھا ہے وہی درست ہے ، نہ واؤ کا اضافہ ہے اور نہ اس سے ۱۲۲۷ نکلتا ہے - قاضی صاحب کو میزان میں دس کا تسامح ہوا ہے - آخری تین مادے کسی غیر معروف شاعر سلطان کی ایک ہی نظم کے ہیں - شاعر نے ہاتف ، عقل اور ہوش سے تاریخ کا سوال کیا :

سلطان ز غم و درد و الم تاریخش
ز ہاتف و ہوش و عقل چون کرد سوال

تو تینوں نے الگ الگ جواب دئے ۔ گفتند کہ در خلد پئے تسکینش، ہر یک داد بہ دلدہی قال و مقال ، اور تین الگ الگ تاریخیں سجھائیں :

۱۔ از روئے کرم گفت باوے رضوان ''اے آنکہ بخلد آمدی ہمچو شہال''

۲۔ فرمود قسیم کوثرش ''راہ دراز گرم آمدۂ بنوش این آب زلال''

۳۔ حوران گفتند ''اے عزیز حیدر وے آل نبی و پاک و معصوم تعال''

پہلے مادے کے لیے قاضی صاحب فرماتے ہیں ۔ اس کے اعداد ۱۲۰۳ ہیں ۔ اگر ک از روئے کرم کے ۲۵ بڑھائے جائیں تو ۱۲۲۳ ہوتا ہے ۔ ڈاکٹر آمنہ خاتون فرماتی ہیں : ع اے آن کہ بخلد آمدی ہم چ شہال سے ۱۱۹۷ برآمد ہوتے ہیں اور ''چو'' میں صرف ''چے'' کے تین عدذ لیے گئے ہیں ۔ اس لحاظ سے اس میں ۲۵ عدد ''ک'' از روئے کرم کے جوڑ کر حساب برابر کر لیا ۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے ۱۲۲۳ کو کسی طرح ۱۲۱۷ بنانے کے بارے میں غور کرنا شروع کیا تو انھیں اتفاق سے ایک ایسا لفظ ''چو'' مل گیا جو مصرعے میں بہ اعتبار وزن صرف چ پڑھنے میں آتا ہے ۔ جب واو تقطیع میں نہیں آتا تو اس کے اعداد شمار کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی ۔ چنانچہ موصوفہ نے اپنے مفروضہ قاعدے سے واو کے چھ عدد ۱۲۲۳ میں سے گھٹا کر ۱۲۱۷ بنا لیا جو کسی طرح درست نہیں ۔ تاریخ گوئی کے ضابطے کے مطابق کوئی حرف پڑھنے میں آئے یا نہیں اگر لکھا گیا ہے تو اس کے عدد شمار کیے جاتے ہیں ۔ اس میں حروف مکتوبی کی پابندی ہے ملفوظی کی نہیں ۔ بہ صورت موجودہ قاضی عبدالودود اور ڈاکٹر آمنہ خاتون نے میزان میں غلطی نہیں کی لیکن دونوں بزرگوں نے مصرعے کی ناموزونیت کی طرف توجہ نہیں کی ۔ ع : اے آن کہ بخلد آمدی ہمچو شہال ''لفظاً و معناً ہر دو صورت ناموزوں ہے ۔ پوری نظم اوزان رباعی میں ہے ۔ مصرع مذکور نہ تو اوزان رباعی میں سماتا ہے اور نہ کسی اور معروف وزن میں ۔ ''آمدی'' پر سکتہ ہے جو بہت واضح ہے اسے کاتب کی مہربانی کہیے ۔ ان بزرگوں نے اس بوالعجبھی پر بھی غور نہیں فرمایا کہ ایک ہی شاعر کی نظم کے تین مادوں سے مختلف اعداد حاصل ہوتے ہیں جو نامستحسن ہے ۔ اس مصرعے کو سمجھنے کے لیے اگلے شعر کا مصرع ثانی معاون ہو سکتا تھا لیکن اس کی طرف غالباً ان بزرگوں کی توجہ نہیں گئی ۔ مذکورہ مصرعے کا یہ ٹکڑا ''گرم آمدہ'' پکار کر کہہ رہا ہے کہ پہلے مصرعے میں بھی ''بخلد آمدۂ'' ہونا چاہیے جو لفظاً و معناً درست ہے ۔ اس سے ۱۱۹۸ برآمد ہوتا ہے ۔ اس میں ''گ'' کے ۲۰ عدد جوڑ لیجیے ۱۲۱۸ ہو جائیں گے اس طرح سلطان کے تینوں مادوں سے ۱۲۱۸ حاصل ہوگا ۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون نے صرف اتنا بتا کر اپنا مضمون ختم کر دیا ہے۔ پانچ تاریخوں میں سے سلطان کی ایک تاریخ میں تین مادے ہیں۔ اس طرح سات مادے ہوئے ان میں سے چار مادوں سے عدد ۱۲۱۷ اور تین مادوں سے عدد ۱۲۱۸ نکلتے ہیں اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ان کے خیال میں مرجع سنہ کون سا ہے اگرچہ بعد کے زمانے میں کلیات انشا ج ۱ موشوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے مقدمے میں انھوں نے تعالی اللہ خاں کی وفات کو ۱۲۱۸ کا واقعہ کہا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا ہے کہ ''میرے نزدیک ان تمام سنین میں ۱۲۱۷ مرجع ہے۔ چونکہ تاریخ وفات ۲۸ ذی حجہ ہے اور عمر ۸ برس کی ہے ولادت ۱۲۱۰ کے اوائل یا ۱۲۰۹ کے اواخر میں ہوئی ہوگی'' ۔ لیکن اس بیان کے دس ماہ بعد قاضی صاحب کا ایک مضمون ''مصحفی و انشا'' اردو ادب بابت جنوری ، اپریل ۱۹۰۱ع میں شائع ہوا۔ اس میں قاضی صاحب نے مصحفی کے قطعہ تاریخ کا آخری شعر پیش کیا ہے :

درین ماتم کشیدہ مصحفی آہ ہمین گفتہ تعالی اللہ خاں کو

اس کے بعد قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ ''تعالی اللہ خاں کی موت ۱۲۱۸ھ میں ہوئی(تعالی اللہ خاں خلف انشانوشتہ راقم شائع کردہ شاعر آگرہ) اور یہی سنہ ''تعالی اللہ خاں کو'' سے نکلتا ہے بشرطیکہ اللہ کے ۳٦ عدد لیے جائیں اور آہ کا ٦ نکال دیا جائے۔ اللہ کے عام طور سے ۳٦ ہی عدد لیے جاتے ہیں اگرچہ شاذ و نادر مجبوراً شعرا نے ٦٦ عدد بھی لیے ہیں لیکن ۳٦ کو ترجیح دی جاتی ہے اور ''آہ'' کے ٦ نکالنے کا اشارہ خود مصحفی نے کر دیا ہے۔ لیکن قاضی صاحب نے اپنے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے اس میں انھوں نے ۱۲۱۷ کو ترجیح دی تھی اور یہاں انھوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ تعالی اللہ خاں کی موت ۱۲۱۸ میں ہوئی۔ یہ معلوم نہیں قاضی صاحب نے اپنی پہلی رائے بدل دی ہے یا انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے پہلے وہ ۱۲۱۷ کو تعالی اللہ خاں کا سال وفات کہہ چکے ہیں۔ لہذا بات ایک بار پھر الجھ جاتی ہے۔

مصحفی سمیت ہمارے پاس کل آٹھ مادے ہیں۔ جن میں انشا قتیل اور شاعر نامعلوم نے ۱۲۱۷ھ تاریخ نکالی ہے۔ سلطان کے تین ، مصحفی کا ایک اور خود انشا کا ایک مادہ ۱۲۱۸ کا حامل ہے۔ موخرالذکر مادے کے بارے میں پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ بعد میں نکالا گیا ہے۔ اب رہی بات سلطان اور مصحفی کے مادوں کی۔ اس ضمن میں وہی پرانی دلیل دہرانی پڑ رہی ہے کہ ۲۸ ذی حجہ کے واقعے کا علم دوسرے لوگوں کو بعد ہی میں ہونا ممکن ہے۔ اگر یہ اطلاع ایک ہفتے بعد بھی ملے تو وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سانحہ سال رواں میں پیش آیا۔ نیز یہ بھی کہ قاعدے میں ایک عدد کے حذف و اضافے کی اجازت بھی ہے۔ پھر یہ کیونکر طے ہو کہ تعالی خاں کا سال وفات کیا ہے۔ اس کے لیے ایک بار پھر

انشا کے اس مصرعے کی طرف رجوع کیجیے ۔ ''پنج شنبہ اور بست و ہشتم ذی حجہ تھی''۔ دن اور تاریخ معلوم ہو تو سال دریافت کرنا زیادہ مشکل نہیں ۔ تقویم کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۱۸ میں ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سہ شنبے کو تھی ۔ اس لحاظ سے ۱-۸-۱۵ اور ۲۲ اور ۲۹ کو سہ شنبہ ہوگا اور ۲۸ کو دو شنبہ جو اصل تاریخ سے میل نہیں کھاتا ۔ البتہ ۱۲۱۷ھ میں یکم ذی الحجہ کو جمعے کا دن تھا ۔ اس طرح ۱-۸-۱۵-۲۲ اور ۲۹ کو جمعہ ہوگا اور ۲۸ ذی الحجہ کو پنج شنبہ اور یہ درست ہے ۔ لہذا اب یہ طے ہے کہ انشا کے پہلے یا بڑے بیٹے سید تعالیٰ اللہ خاں کا انتقال ۸ سال کی عمر میں ۲۸ ذی حجہ ۱۲۱۷ ہجری کو ہوا ۔ ڈاکٹر آمنہ کے ان دلائل کو فی الوقت نظر انداز کیا جاتا ہے کہ تعالیٰ اللہ خاں کی وفات کے وقت انشا کی کوئی اور اولاد نہیں تھی ۔

انشا کے دوسرے لڑکے (اغلب تیسرے) کا نام سید اشکر اللہ تھا جس کا انتقال ۵ ذی حجہ ۱۲۲۲ھ کو ہوا ۔ چونکہ اس بیٹے کی تاریخ ولادت معلوم نہیں اس لیے قطعیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت اس کی عمر کیا تھی ۔ بہرحال یہ بہت ہی کم سن رہا ہوگا ۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات سے پہلے تعالیٰ اللہ خاں کچھ علیل ہوا تھا ۔ انشا کی ایک غزل کے کچھ شعر ہیں :

جلد اچھا ہو یہ تعالیٰ اللہ — یہی انشا کے گھر کی پونجی ہے
تیری بخشی ہوئی خداوندا — میری یہ عمر بھر کی پونجی ہے
میں تیرے صدقے بس یہی میرے — دل و جان و جگر کی پونجی ہے

اس کے علاوہ قطعۂ وفات کا یہ شعر ۔ کجا ست آن مہ روشن جبیں تعالیٰ نام ذخیرہ ہمہ عمرِ شفیق من انشا ۔ ان اشعار سے گمان ہوتا ہے کہ تعالیٰ اللہ خاں کی وفات کے وقت انشا کی کوئی اور اولاد نہیں تھی کم از کم اولاد نرینہ ۔ کیونکہ انشا کی ایک لڑکی مولائی بیگم کے انتقال کی اطلاع رقعات قتیل سے ملتی ہے ۔ ایک رقعے میں بتایا گیا ہے کہ مولائی بیگم نے ۱۷ برس کی عمر میں ۱۲۲۸ھ میں انتقال کیا تھا ۔ جس کا مطلب ہے کہ ۱۲۱۱ھ تعالیٰ اللہ خاں کی ولادت کے دو سال بعد انشا کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہو چکی تھی ۔ ایک اور لڑکی کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا نام غالباً الٰہی بیگم تھا (بحوالہ مخزن محاورات) جس کے شوہر کا نام میر محمد تقی تھا اور یہ انشا کی وفات کے بعد بھی زندہ تھیں ۔ چونکہ رقعات میں دونوں لڑکیوں کے شادی شدہ ہونے کا ذکر ہے اس لیے ان کی عمر بھی خاصی ہوگی اور غالباً یہ بھی تعالیٰ اللہ خاں کی وفات سے پہلے پیدا ہو چکی ہوں گی ۔ یاد پڑتا ہے کہ رقعات میں انشا کی دختر کوچک (الٰہی بیگم) کے بیٹا پیدا ہونے کی اطلاع بھی ہے اور غالباً یہی چھوٹی بیٹی ہوں گی ۔ اس وقت یاد نہیں کہ اس رقعے میں کوئی سنہ تھا یا

نہیں تاہم یہ رقعہ ۱۲۲۹ھ کے بعد کا نہیں ہو سکتا - اس لحاظ سے ۱۲۱۷ھ میں یہ بیٹی یقیناً موجود ہوگی - اب رہی لڑکوں کی بات ، ایک بیٹا سید محمد تو ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہو چکا تھا (تفصیل آگے آتی ہے) اور یہ بھی ناممکن نہیں کہ اشکر اللہ اگر ۱۲۱۷ھ میں نہتں تھا تو اس کی ولادت ۱۲۱۸ھ کے آغاز ہی میں ہوگئی ہوگی - اس قیاس کا سبب یہ ہے کہ اشکر اللہ کی ولادت کا علم کسی ذریعے سے نہیں ہوا - لڑکیوں کو تو خیر اس زمانے میں اہمیت نہیں دی جاتی تھی لیکن لڑکے کی ولادت کی تاریخ نہ کہنا تعجب انگیز ہے ، خصوصاً اس لیے کہ باقی لڑکوں کی تاریخیں موجود ہیں - خود اشکر اللہ کی وفات پر انشا نے خاصے پر درد اشعار کہے ہیں - یہ قطعہ زیر نظر عکسی دیوان کے حاشیے سے مع عنوان کے نقل کیا جاتا ہے -

قطعہ تاریخ رحلت فرزند دل پسند سید اشکراللہ اسکنہ اللہ فی مہد جشانہ(؟) بخنہ(؟) و احسانہ (ڈاکٹر آمنہ خاتون نے بھی لطائف السعادت میں یہ قطعہ مع عنوان نقل کیا ہے - معلوم نہیں ان کا ماخذ کیا ہے لیکن انھوں نے عنوان ''فرزند دلبند'' لکھا ہے اور ''جشانہ'' کی جگہ جنا نہ اور اس سے پہلے ''و'' لکھا ہے - اگرچہ عام طور سے ترکیب فرزند دل بند آتی ہے تاہم زیر نظر نسخے میں صریحاً دل پسند ہے) :

گشت خارستاں گلستاں اشکراللہ این چہ شد
این چہ شد اے جان بابا این چہ بود آہ این چہ شد
صبح من بد تر (کذا) از شام غریباں گشتہ است
آوخ آوخ واے از باد سحر گہ این چہ شد
یکہزار و دو صد و بست و دوم از ہجرت است
حالیا کان یوسف من رفت در چاہ این چہ شد
چار شنبہ پنجم ذیحجہ ایں روداد گشت
آفتابم شد نہان در ابر نا گہ ایں چہ شد
سال تاریخ جدائی ''وا دریغا'' گفت و رفت
اشکراللہ آن ماہ (کذا) پسر کو بودچون ماہ این چہ شد

(ماہ سہواً دوبارہ لکھا گیا ہے)

اشکراللہ کی ولادت کا کوئی قطعہ نہ ہونے کی وجہ سے گمان ہوتا ہے کہ ان کی ولادت کسی ایسے وقت میں ہوئی ہو جب انشا خود دکھی ہوں اور تکلیف میں اس خوشی کا احساس گھٹ گیا ہو لہذا عین ممکن ہے کہ اشکراللہ کی ولادت تعالیٰ اللہ خاں کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد ہوئی ہو - بہر حال ۱۲۲۲ھ میں ان کا انتقال ہوگیا -

اب آئیے تیسرے بیٹے (اصلاً دوسرے) کی طرف - اس کا ذکر پہلی بار

رقعات قتیل میں راغب اور انشا کے جھگڑے کے سلسلے میں آیا ہے ۔ قتیل نے لکھا ہے کہ جب راغب نے چند معزز اور شریف لوگوں کی ہجویں کہہ کر انشا کے پاس بھیجیں تو انشا نے انھیں جوں کا توں متعلقہ لوگوں کو بھجوایا ۔ انہوں نے جب راغب کو باز پرس کے لیے بلایا تو اس نے قرآن سر پر رکھ کر قسم کھائی کہ یہ ہجویں خود انشا کی کہی ہوئی ہیں ۔ انہوں نے انشا پر مصیبت نازل کرنے کی سوچی ۔ انشا کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے لڑکے اور داماد کو صلح صفائی کی غرض سے فریق مخالف کے پاس بھیجا ۔ چنانچہ قتیل لکھتے ہیں :

''این مرد (انشا) از ین خبر دست پاچہ شدہ داماد و پسر خود و دیگر آشنایان خویش را نزد طرف ثانیہا فرستادہ بالحاج و زاری پیش آمدہ'' ۔

ڈاکٹر آمنہ خاتون نے لطائف السعادت میں ''انشا کے لڑکے کے ذیل میں اس لڑکے کی عمر سولہ برس بتائی ہے اور اس طرح آزاد کے اس قول کی ''نوجوان بیٹا مر گیا'' کی تاویل یہ کی ہے کہ آزاد کی غلطی محض یہ ہے کہ انہوں نے ''محض نوجوان بیٹا کہنے کے بجائے تعالیٰ اللہ خان نوجوان بیٹا مر گیا کہا''۔ ۱۲۲۶ھ میں قتیل نے جو رقعہ لکھا ہے اور اس میں انشا کے جس زندہ پسر کا ذکر کیا ہے اگر وہ مر جائے تو تعالی اللہ تو نہیں ہو سکتا لیکن آزاد کے اس قول سے کہ ''نوجوان بیٹا مر گیا'' انکار ممکن نہیں''۔ (قتیل کا رقعۂ مذکور جس کا سنہ قاضی عبدالودود اور ڈاکٹر آمنہ خاتون نے ۱۲۲۶ھ بتایا ہے در اصل ۱۲۲۹ھ کا لکھا ہوا ہے ۔ اس لحاظ سے اس بیٹے کی عمر میں تین سال کا اضافہ ہو جائے گا یعنی بجائے ۱۶ کے ۱۹ سال) لڑکے کی عمر ۱۶ برس بتاتے ہوئے ڈاکٹر آمنہ خاتون نے اپنے اس بیان کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ۱۲۱۸ھ (تعالیٰ اللہ خان کی وفات) تک انشا کے اور کوئی اولاد نہیں تھی ۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ۱۲۱۸ سے ۱۲۲۶ھ تک صرف ۸ برس کا فصل ہے ۔ آخر ۸ برس ۱۶ برس میں کیوں کر تبدیل ہو گئے ؟ راقم نے ان تمام سنین پر مفصل بحث کرنے کے بعد اپنے تھیسس میں یہ نتیجہ نکالا تھا کہ راغب سے جھگڑے کے وقت انشا کے اس لڑکے کی عمر گیارہ برس سے زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ بہر حال اب سے کچھ عرصہ پہلے تک اس کا نام معلوم نہیں تھا ۔ ماہنامہ ''آجکل'' دہلی بابت اگست ۱۹۷۷ء میں محبی مظفر اقبال صاحب نے ایک مضمون شائع کروایا ۔ ''انشا کی فال گیری'' ۔ مظفر اقبال صاحب کی معلومات کا ماخذ قرآن مجید کا وہ قلمی نسخہ ہے جو اس وقت بھاگل پور کی ایک مسجد میں محفوظ ہے اور جو انشا کی ملکیت رہ چکا ہے ۔ اس پر انشا کی دو مہریں ہیں اور دونوں ۱۲۱۷ھ کی ہیں (اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ نسخۂ مذکور ۱۲۱۷ھ میں (۱۲۱۷ھ کے بعد ؟ ۔ وحید) انشا کی ملکیت میں آیا ۔ لیکن بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسخہ اس سے کہیں پہلے غالباً ۱۱۹۵-

۱۱۹۶ھ میں بھی انشا کی ملکیت تھا ۔ اس کے حاشیوں میں جن فالوں کی تفصیل ہے ان میں سے اکثر کا تعلق ۱۲۲۹ھ سے ہے ۔ تاہم کچھ فالوں کے نیچے تاریخیں درج نہیں ہیں ۔ مظفر اقبال صاحب نے لکھا ہے کہ ''ان فالوں کا تعلق ۱۲۲۹ھ کے ابتدائی چار مہینوں سے ہے'' ۔ لیکن ان میں سے کم از کم ایک فال ۳۵ ایسی ضرور ہے جو لکھنئو میں نہیں دہلی میں نکالی گئی تھی۔ حاشیے میں اس کے لیے صرف اس قدر لکھا ہے ۔

''ہوالعلی الکبیر ۔ این فال در حق مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام برآمد'' (سورۂ لقمان آیت ۳۵ کا آخری حصہ) ۔

مظفر اقبال صاحب نے بتایا ہے کہ اس کے نیچے کوئی تاریخ نہیں ہے ۔ (اس فال کا تفصیلی ذکر شرح طورالکلام میں ملتا ہے جس کا مائیکرو فلم راقم نے مانچسٹر سے منگوایا تھا ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ دہلی میں ایک مولوی صاحب سے جو انشا کے چھوٹے بھائی کی تعلیم پر مامور تھے انشا نے مباہلہ کیا تھا اور یہ آیت برآمد ہوئی تھی ۔ انشا لکھنئو سے ۱۱۹۴ھ کے آخر میں دہلی کے لیے روانہ ہوئے ۔ ۱۱۹۵ھ میں دہلی میں ان کی موجودگی کا ثبوت میرزا مظہر سے ان کی ملاقات سے ملتا ہے ۔ انشا اس کے بعد زیادہ سے زیادہ دو تین سال دہلی میں رہے اور پھر محمد بیگ ہمدانی کے ساتھ بندھیل کھنڈ اور راجپوتانہ کی مہمات پر نکل گئے ۔ لہذا فال نمبر ۳۵ ، ۱۱۹۵ھ کے دو تین سال کے اندر ہی اندر نکالی گئی ہوگی)

بہر حال قرآن شریف کے اس نسخے کے حاشیوں میں انشا کے ہاتھ کی تحریریں ہیں ۔ کل ۵۴ مرتبہ فال نکالی گئی ہے اور انشا نے اپنے قلم سے فال لینے کا سبب اور وہ آیات درج کر دی ہیں جن سے فالیں نکالی گئی ہیں اور بیشتر کے نیچے تاریخ بھی لکھ دی ہے ۔ ان ۵۴ فالوں میں ۵ بار سید محمد کا نام آیا ہے ۔ دو فالیں درج ذیل ہیں ۔

۱ ۲- این فال برآمد در مقدمۂ مبارک بوُدن شادی سید محمد ابن انشا اللہ و افضل النسأ بنت مرزا علی باین وضع کہ عرضی باین عبارت نوشتہ در قرآن گذشتہ (؟ گذاشتہ) بودند ۔ ۔ ۔ ۔

الخالق الباری لکانٌ ھذا لاذدواج بین ولدی سید محمد ابن انشا ۔ ۔ ۔ افضل النسا بیگم مبارکا'' ۔

۱ ۳- میر عابد حسین را نزد حکیم مہدی علی خاں باصد روپیہ ضیافت در نوبت شادی برخوردار سید محمد سلمہ الصمد بخدمت صاحب الامروالزمان این فال دہدم چنین شد ظاہر شد

انشا اللہ العزیز (سورہ شعرا کی ابتدائی آیت نمبر ۱)

یہ دونوں فالیں سید محمد کی شادی کے سلسلے میں ہیں ۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشا اس شادی کے سلسلے میں پرآمید تھے لہذا انہوں نے مؤخرالذکر کے نیچے

سورۂ شعرا کی آیت کے کچھ حصے بہ صورت مخمس نظم کر دیے ہیں (اسے تضمین کہنا زیادہ بہتر ہوگا) جس کا آخری مصرعہ ہے : سید محمد می شود سردار باصد آب و تاب ۔ یہ فال ۱۶ صفر روز سہ شنبہ ۱۲۲۹ھ کی ہے اور غالباً اسی زمانے میں سید محمد کی شادی ہو گئی ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت سید محمد کی عمر کیا تھی ؟ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے میں نے اپنے تھیسس میں اس لڑکے کی عمر اندازاً گیارہ برس لکھی تھی اور یہ بھی کہ یہ لڑکا انشا کے بعد بھی زندہ رہا ہوگا ۔ میرے اندازے میں ایک ذرا سی غلطی تھی یعنی تقریباً ایک سال کی کیونکہ یہ لڑکا ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوا اس لیے شادی کے وقت ۱۲۲۹ھ میں ۱۲ سال کا ہوگا ۔ اس کی ولادت کی اطلاع دیوان قلمی کے مذکورہ عکس کے مندرجہ ذیل بیان سے ملتی ہے :

تاریخ تولد نور چشم سید محمد سلمہ اللہ تعالی تاریخ بیست و دوم ربیع الثانی یوم یکشنبہ وقت دوپہر ۱۲۱۷ھ جناب غلام حسین خان صاحب (کیا صاحب سیرالمتاخرین ؟) کہ بجای عموی بندہ (اند) چند مادۂ تاریخ تولد گفتہ ۔
خورشید بامداد آمد ۔ تابیدہ کوکب برج سعادت ولد خجستہ طالع

۱۲۱۷ ۱۲۱۷ ۱۲۱۷

چنانچہ قطعہ من گفتم این است :

دو صد و ہزار و ہفدہ ہمہ بود سال ہجری
کہ عطا نمود ایزد پسرم چو مہر ساطع
پے سال (این) ولادت چو سوال کرد عقلم
بجواب گفت ہاتف ولد خجستہ طالع

(قوسین میں میں نے ”این“ لکھ دیا ہے یہ ”از“ بھی ہو سکتا ہے اور غالباً از ہی مرجح ہے ۔ اسی صورت میں سال کو بغیر اضافت پڑھنا ہوگا ۔)

اس کے بعد ایک مادہ اور بھی ہے جس پر بہ طور عنوان صرف ”طالب علی عیشی“ لکھا ہے ۔ (عیشی انشا کے شاگرد تھے) یہ مادہ عربی نثر کا ایک دعائیہ فقرہ ہے :

”اطال الہ عمرہ و زاد المجیب قد رہ و ما رک قد مہ“

کاتب نے اس کے لکھنے میں بھی غلطی کی ہے ۔ اس کے نیچے ۱۲۱۷ درج ہے لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا ۔ ”بارک“ کاتب نے اس طرح لکھا ہے کہ ”مارک“ بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن ”مارک“ کے کوئی معنی نہیں ۔ موجودہ صورت میں اس فقرے کے اعداد ۱۱۸۲ ہوتے ہیں گویا اس میں ۳۵ عدد کی کمی ہے ۔ محبی مولانا منظر اعظمی صاحب نے توجہ دلائی اس فقرے کا تیسرا یا آخری ٹکڑا نامکمل ہے ۔ یعنی اسے ”بارکقدمہ“ کی بجائے ”بارک الہ قدمہ“ ہونا چاہیے ۔ بات ٹھیک ہے لیکن الہ کے ۳۶ عدد ہیں جس کے اضافے سے مادہ ۱۱۸۲ + ۳۶ = ۱۲۱۸ ہو جائے گا ۔ یہ تو

ممکن نہیں کہ عیشی کو لڑکے کی ولادت کی اطلاع سال بھر بعد ملی ہو کیوں کہ وہ خود لکھنئو میں تھے البتہ یہ ممکن ہے کہ فقرے کے معنوی حسن کے پیش نظر (اس ایک فقرے میں تین دعائیں ہیں (۱) خدا اس کی عمر دراز کرے (۲) اللہ اس کی قدر بڑھائے ۔ (۳) خدا اس کے قدم مبارک کرے ۔) عروضی قاعدے کی اس رعائت سے فائدہ اٹھانا روا رکھا ہو جس کی رو سے ایک عدد کی کمی بیشی کی اجازت ہے ۔

مختصر یہ کہ سید محمد کی ولادت تعالیٰ اللہ خاں کی وفات سے تقریباً آٹھ ماہ پہلے ہو چکی تھی ۔ اس ساری بحث سے کچھ نتائج اخذ ہو سکتے ہیں :

(۱) یہ کہ اب تک کے قیاسات غلط ہیں کہ تعالیٰ اللہ خاں کی وفات کے وقت انشا کے کوئی اور اولاد نہیں تھی ۔ دو لڑکیوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ۔ سید محمد کی ولادت بھی ۸ ماہ پہلے ہو چکی تھی ۔ انشا کے تعالیٰ اللہ خاں کو عمر بھر کی پونجی کہنے کا ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ان کی پہلی اولاد تھے اور پہلی اولاد سے یوں بھی محبت زیادہ ہوتی ہے خصوصاً جب کہ وہ بڑی منتوں سے ہوئی ہو ۔ دوسرے یہ کہ آٹھ برس تک انشا ان کی شوخیوں ، معصوم شرارتوں سے اتنے مانوس ہو چکے تھے کہ یہ ان کی زندگی کا جز بن گئی تھی جیسا کہ قطعۂ تاریخ کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ سید محمد ابھی پیدا ہی ہوئے تھے ، ان سے اتنا لگاؤ نہیں ہوا ہوگا ۔

(۲) اشکراللہ خاں کی ولادت جیسا کہ پہلے لکھا گیا تعالیٰ اللہ خاں کی وفات کے کچھ ہی دن بعد ہوئی ہوگی غالباً اسی لیے اس کی خوشی انشا کو محسوس نہیں ہوئی اور انہوں نے پیدائش کا ذکر کہیں نہیں کیا البتہ جب یہ لڑکا بھی چار پانچ سال کا ہو کر داغ مفارقت دے گیا تو انشا نے اس کے غم میں آنسو بہائے اور تاریخ وفات بھی کہی ۔

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غالباً سید محمد ان کی دوسری بیوی سے تھا اور وہ عاشوری بیگم کے علاوہ تھی ۔ اس قیاس کی کوئی مضبوط وجہ یا ٹھوس دلیل میرے پاس نہیں ہے البتہ دو ایک باتیں ہیں جو عرض کی جاتی ہیں ۔ یہ تو ثابت ہے ہی کہ سید محمد تعالیٰ اللہ کی وفات سے صرف آٹھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے اور خود اپنے اس قیاس کے مطابق اشکراللہ کی ولادت تعالی کے انتقال کے کچھ دن کے اندر ہی ہوئی ہوگی ۔ یہ قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا کہ ایک بیوی جس کے بطن سے آٹھ نو یا دس ماہ پہلے ایک بچہ پیدا ہو چکا ہو دوبارہ کسی بچے کو جنم دے خصوصاً جب کہ ایک بچے کا انتقال ابھی ہوا ہو ۔ دوسری وجہ مجھے یہ لگتی ہے کہ تعالیٰ اللہ اشکراللہ ناموں کا انداز ایک سا ہے جب کہ سید محمد بالکل مختلف ہے ۔ ناموں کے اس پرانے پن کے سبب میں انہیں عاشوری بیگم کی اولاد مانتا ہوں اور سید محمد کو

دوسری بیوی کی۔

(۴) انشا نے دو شادیاں کی تھیں۔ اس کا قطعی علم نہیں۔ میں نے اپنے تھیسس میں انشا کی شادی کے باب میں ذیل کی چند سطریں لکھی۔ ''انشا کی شادی کب ہوئی اور ان کی بیوی کا تعلق کس خاندان سے تھا، اس ضمن میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ اب تک اس معاملے میں کسی تاریخ یا تذکرے میں کوئی بات نہیں کہی گئی۔ رقعات قتیل سے البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انشا کی اہلیہ اکرم علی خاں کی بیٹی تھیں۔ یہ اکرم علی خان صاحب کون تھے؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ مرزا محمد عسکری نے کلام انشا کے دیباچے میں بغیر کسی حوالے کے انشا کی دو بیویوں کا ذکر کیا ہے۔ منتظر شاگرد مصحفی نے انشا کی ہجو میں جو مخمس کہا تھا اس انشا کی دو بیویوں کا ذکر کیا ہے۔ قاضی عبدالودود صاحب نے منتظر کے مخمس پر یہ رائے ظاہر کی ہے۔ ''اس میں انشا کی دو بیبیوں کا ذکر ہے پتہ نہیں صحیح ہے یا غلط۔'' (اردو ادب ص ۹۱)۔ اگر خاندانی روایت کو مدنظر رکھیں تو انشا کی دو بیویاں ہونا عجب نہیں۔ میر ماشا اللہ کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ جب انشا کے دادا سید نوراللہ دوبارہ ہندوستان آئے تو میر ماشا اللہ ان کے ساتھ تھے۔ دلی میں انہوں نے قطب الملک کی خواہر معظمہ سے دوسری شادی کی تھی۔ دیوان ھدا کے دیباچے میں میر ماشا اللہ کے بھی دو شادیاں کرنے کا ذکر ہے کیونکہ مسیح اللہ خاں بہادر کو انشا کا برادر مختلف البطن لکھا ہے۔ خود مسیح اللہ خاں نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ایک سیدانی سے نکاح کیا تھا جس سے سید حسبی اللہ ھدا کے والد تولد ہوئے۔ ان روایات سے خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے انشا نے بھی دو شادیاں کی ہوں۔ ان کی دوسری بیوی ۱۲۲۸ھ تک حیات تھیں اور غالباً یہی اکرم علی خاں کی بیٹی تھیں۔ (غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ انشا اللہ خاں انشا دھلوی، حیات شخصیت اور اردو نثر میں ان کا حصہ'')

اب نئے مواد کی فراہمی سے کچھ باتیں صاف ہو گئی ہیں۔ ''تحریر'' سہ ماہی بابت اپریل جون ۱۹۷۳ء میں جناب مالک رام صاحب کا ایک مضمون بعنوان ''انشا کی تاریخ ولادت و وفات'' شائع ہوا تھا۔ اس کی شان نزول یہ تھی کہ مالک رام صاحب کو ایک مجلد میں پانچ خطی نسخے دستیاب ہوئے تھے۔ آخر کے خالی صفحے پر کسی نے انشا کی تاریخ ولادت و وفات لکھ دی تھی۔ (اس سلسلے میں راقم نے ایک مضمون ''شیرازہ'' سرینگر کو دیا تھا جو کئی سال بعد ۱۹۷۵ء جنوری میں شائع ہوا تھا لہذا یہاں اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں) اس کے نیچے یہ عبارت بھی تھی:

بیست و دویم ذیقعدہ یوم پنجشنبہ

اجھی بیگم صاحبہ رحلت کرد ۱۲۳۳

مالک رام صاحب کے خیال میں یہ انشا کی اہلیہ کی تاریخ وفات ہے ۔ میں بہ یقین کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اچھی بیگم (اچھی بیگم ؟) انشا کی اہلیہ کی بجائے ان کی والدہ کا نام ہو ۔ جناب مظفر اقبال کے بحولہ بالا مضمون میں ۵۴ ویں فال یہ ہے ۔

برائی شفاے والدہ این آیت بر آمد ، بست و ہشتم جمادی الاول ۱۲۲۹ھ
(سورۂ الزخرف آیت ۳۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۲۲۹ھ میں انشا کی والدہ علیل تھیں اور وہ شفا کے لیے فالیں دیکھ رہے تھے ۔ بخوبی ممکن ہے کہ وہ زندہ رہی ہوں اور انشا کے بعد انتقال کیا ہو اور انھیں کا نام اچھی بیگم ہو اور اگر بقول مالک رام صاحب یہ انشا کی اہلیہ کا نام ہے تو سید محمد انھیں کا بیٹا ہوگا اور دوسری بیوی جو اکرم علی خان کی بیٹی تھیں ۔ ان کی طرف سے دو فالیں نکالی گئی ہیں ۔ دونوں انشا کی برطرفی کے بعد کی ہیں ۔ ایک مندرجہ ذیل ہے :

۳۳- این فال برائے عاشوری بیگم بنت خواجہ اکرم علی خاں برآمد مطلب این کہ بروزگار خاوند من انشا اللہ خان کہ برہم شدہ است باز درست خواہد شود ۔
(سورۂ شورہ آیت ۴۷)

اس کے ساتھ تاریخ درج نہیں ہے لیکن اسی مطلب کے لیے اس سے پہلی فال بھی نکالی گئی ہے ۔ اس کے نیچے تاریخ غرۂ ربیع الثانی پنجشنبہ سنہ یکہزار و دو صد و بست ہجری (سورۂ شعرا آیت بیس کا آخری حصہ) اس کا مطلب ہے کہ وہ ۱۲۲۹ ربیع الثانی میں زندہ تھیں اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ یہ بھی انشا کے بعد تک زندہ رہی ہوں ۔

(۵) میں نے اپنے تھیسس میں قرائن سے ثابت کیا تھا کہ انشا سعادت علی خاں کے دربار سے ربیع الاول ۱۲۲۹ کے لگ بھگ معزول ہوئے اور ان فالوں کو دیکھنے سے اس قیاس کی تصدیق ہوتی ہے ۔

(۶) اور آخری نتیجہ یہ کہ اپنی تحقیق کے دوران میں مجھے حیدر آباد لکھنؤ اور فرخ آباد میں انشا کے خاندان کے کچھ لوگوں کا علم ہوا تھا ۔ حیدر آباد اور لکھنؤ والوں سے میں ذاتی طور پر مل چکا ہوں ۔ فرخ آباد والوں سے اپنے ایک کرم فرما نواب صاحب شمس آباد کی معرفت معلومات بہم پہنچائیں لیکن کوئی دستاویزی ثبوت فراہم نہ ہو سکنے کی وجہ سے میں نے ان سب کے دعووں کو رد کر دیا تھا ۔ اب میرا خیال ہے کہ فرخ آباد میں انشا کے بھائی حکیم نوشہ اللہ خاں کے خاندان کی ذرّیات ہوں گی ۔ لکھنؤ میں مسیح اللہ خاں بہادر کے خاندان کے لوگ ہیں ۔ حیدر آباد میں غالباً خود انشا کی اولاد میں سے لوگ ہو سکتے ہیں ۔ بہر حال ان خاندانوں سے اب نہ صرف از سر نو ربط پیدا کرنا ہوگا بلکہ ان خاندانی سلسلوں کا از سر نو جائزہ لے کر گم شدہ کڑیوں کو تلاش کر کے آپس میں جوڑنا بھی ہو گا ۔